

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان

تحریر: میاں محمد نواز مرحوم
مدوین: سید عزیز الرحمن

اہل ایمان کی دنیاوی فتوحات ہوں یا ان کی اخروی فلاح و نجات کا مسئلہ، ان دونوں امور کا انحصار دو باتوں پر ہے، ایک یہ کہ وہ انفرادی و اجتماعی طور پر صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت کریں اس کے مقابلے میں تمام اطاعتوں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مد مقابل تمام وفاداریوں کو مسترد کریں۔ اور دوسری یہ کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ استغفار کو وظیفہ حیات بنا کر اپنے اخلاق و کردار کے تزکے و تعمیر کی کوشش پیہم اور منضبط اور منظم مساعی کو بروئے کار لائیں۔

نہایا انفرادی تزکیہ مطلوب ہے جو اہل ایمان کی جماعت کے لئے باعث تقویت نہ بنے، اور نہ اہل ایمان کی ایسی جماعت ہی کا کوئی فائدہ ہے جو اپنے انفرادی اخلاقی تربیت و تزکے سے بے تعلق ہو، اور ان کے کردار کی تعمیر میں ان کی مربی، معاون اور مددگار نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امت یا جو جماعت منظم فرمائی اس میں فرد اور جماعت میں دوئی کا کوئی تھوڑا نہ تھا۔ جماعت فرد کے لئے تھی اور فرد کا مقصود جماعت تھی۔ ہر فرد آزادی کی نعمت سے بہرہ ور بھی تھا مگر اس کی آزادی بے لگام نہ تھی بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تحت تھی۔ تمام مسلمان فرداً فرداً مساوی المرتبہ تھے، ان میں کسی قسم کی اونچ نہ تھی، ان میں فضیلت کا معیار صرف تقویٰ تھا۔ ایسا تقویٰ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، توبہ استغفار کے وظیفہ عمل اور اجتماعی زندگی اختیار کرنے کے نتیجے میں پیدا ہو۔

حدیبیہ کی صلح اور بیعت رضوان مسلمانوں کے مستقبل کی فتوحات کے لئے اسی جذبہ انتہا داور توبہ استغفار کے اجتماعی عمل اور تقویٰ و توکل کے انہی اوصاف کے اعلیٰ معیار کو چاہنے کا ذریعہ بن گئی۔

جب اہل ایمان اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتوحات کا دروازہ کھولا اور دیا پھر وہ مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے چلے گئے۔

حدیبیہ کی صلح اور بیعت رضوان اہل ایمان کے امتحان اور ان کی تربیت و تزکیے کے معیار کو پرکھنے کا پہلے سے مختلف اور اپنی نوعیت اور حقیقت کے پہلو سے بالکل نیا اور انوکھے طرز کا تجربہ تھا۔ اس کے واقعات کی ترتیب پر جتنا بھی غور کریں، اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت اور اس کی حکمت اور تدبیر کی گہرائی اور میراقتی کا عمل احاطہ کسی کے لئے بھی ممکن نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن تدبیر اور حکمت سے اللہ تعالیٰ کے اس منصوبے پر جس طرح عمل فرمایا وہ نبوت کے معجزات میں ایک حیرت انگیز معجزہ ہے جس کی حقیقت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی نہ پاسکے۔

ان امور کو نگاہ میں رکھ کر حدیبیہ اور بیعت رضوان کے واقعات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور حکمت کتنی گہری ہے اور وہ اپنے بندوں کے حق میں کتنا رحیم ہے۔

حدیبیہ کے واقعات:

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔ (۱) یہ صرف خواب نہ تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی تھی اور اس کا حکم تھا کہ اس کی تعمیل کی جائے۔

بظاہر حالات اس قسم کے تھے کہ اس حکم پر عمل کرنا ممکن نہ تھا۔ مشرکین مکہ نے ۶ سال سے مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کا راستہ بند کر رکھا تھا اور اس پوری مدت میں کسی مسلمان کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ حج اور عمرے کی نیت سے حدود حرم میں داخل ہو سکے۔ مشرکین سے اس بات کی کوئی امید نہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی جماعت کو مکہ میں آنے دیں گے۔ عمرے کا احرام باندھ کر جنگی سازوں سامان کے بغیر مکہ میں جانا خود لڑائی کو دینے اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کو خطرے میں ڈالنے کے ہم معنی تھا۔ ان حالات میں یہ بات انسانی فہم سے بالاتری کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر کیسے عمل کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر اپنے عمل کو کسی مصلحت، یا کسی خطرے یا مشکل کی بنا پر مؤخر یا ملتوی کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل پر پابند تھے۔ اس لئے آپ نے بلا تا عمل اپنا خواب صحابہ کرام کو سنایا اور سفر کی تیاری شروع کر دی اور

آس پاس کے قبائل میں بھی آپ نے اعلان فرما دیا کہ ہم عمرے کے لئے جا رہے ہیں جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آجائے۔ (۲)

صحابہؓ کی ایک بڑی جمعیت بھی آپ کے ہمراہ تیار ہو گئی، البتہ مکہ خطرات کے پیش نظر اس سفر میں ایک منافق بھی ساتھ نہ تھا۔ (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ایام میں یہ سفر اختیار کیا، زمانہ جاہلیت میں ان کا احرام کیا جاتا تھا۔ حرام مہینوں میں لوگ اسلحا ایک طرف رکھ دیتے تھے اور جنگ اور قتال کو بہت ہی برا سمجھتے تھے خصوصاً مسجد حرام سے کسی کو روکنا تو بہت بڑا جرم خیال کیا جاتا تھا۔ جن لوگوں نے ایک دوسرے سے قصاص لینا ہوتا تھا وہ حرمت کے مہینوں میں اکٹھے پھرا کرتے تھے تاکہ شخص اگر باپ اور بھائی کے قاتل کو دیکھتا تو وہ اس پر تلوا رنا ٹھاتا تھا، اور نسا سے مسجد حرام سے روکا جاسکتا تھا۔ لیکن مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے معاملے میں دور جاہلیت کی اس قدیم اور پختہ روایت کو توڑ دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ سال تک بیت اللہ سے روکے رکھا۔

ذی القعدہ ۶ ہجری کے شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قافلہ مدینے سے روانہ ہوا۔ ذوالحجہ پہنچ کر سب نے عمرے کا احرام باندھا، قربانی کے ۷۰ اونٹ ساتھ تھے جن کی گردنوں میں حدی کی علامت کے طور پر قلاوے پڑے ہوئے تھے۔ (۴) مسلمانوں نے صرف ایک ایک تلوار ساتھ لی جس کی تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قاعدے کے مطابق اجازت تھی اس کے سوا کوئی سامان جنگ ساتھ نہ تھا۔ (۵) اس طرح یہ قافلہ لیبیک لیبیک کی صدائیں بلند کرتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل پڑا۔ اس قافلے میں صحابہؓ ہی تعداد صحیح قول کے مطابق چودہ سو تھی۔ (۶) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں کو علم ہوا کہ ان کا قافلہ محض عمرے کی غرض سے ان لوگوں کے گھروں کی طرف جا رہا ہے جو آپ کے خون کے پیاسے ہیں، تو پورے عرب کی نگاہیں اس عجیب سفر کی طرف مرکوز ہو گئیں۔

قریش کے لوگوں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام نے سخت پریشانی میں ڈال دیا۔ اس مہینے میں جو قافلہ حرام باندھ کر حج یا عمرے کے لئے جاتا ہوا سے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا۔ وہ اس الجھن میں پڑ گئے کہ اگر ہم مدینے کے اس قافلے پر حملہ کر کے اسے مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں تو پورے ملک میں اس پر شور مچ جائے گا کہ یہ سراسر زیادتی ہے تمام قبائل عرب یہ سمجھیں گے کہ قریش ہی خانہ کعبہ کے مالک بن بیٹھے ہیں، ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہو جائے گا کہ آئندہ کسی کو حج یا عمرہ کرنے

دینا نہ کرنے دینا اب صرف قریش ہی کی مرضی پر موقوف ہے۔ یہ فی الحقیقت ایک ایسا اقدام ہوگا جس کی بناء پر سارا عرب قریش سے منحرف ہو جائے گا۔

قریش کے لئے یہ بات بھی بڑی مشکل اور پریشان کن تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے بڑے قافلے کے ساتھ مکہ کے اندر داخل ہو کر بخریت واپس چلے گئے تو اس سے سارے ملک میں ان کی ہوا اکٹری جائے گی۔ اور لوگ طعن دیں گے کہ قریش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ آخر کار قریش نے اپنی ناک بچانے کے لئے یہ فیصلہ کر لیا کہ کسی قیمت پر اس قافلے کو مکہ کے اندر داخل نہ ہونے دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قریش کی طرف سے یہ اندیشہ تھا۔ لیکن چاہتے تھے کہ تصادم اور جنگ کا موقع سرے سے پیدا ہی نہ ہو اور اگر قریش کی طرف سے کوئی ایسی اشتعال انگیزی حرکت سامنے آ بھی جائے تو عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی کعب کے ایک شخص کو بخری حیثیت سے آگے بھیج رکھا تھا تا کہ وہ قریش کے رادوں اور ان کی نقل و حرکت سے بروقت مطلع کرتا رہے۔ جب آپ صحنان پہنچے تو اس نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ قریش کے لوگ پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ کے مقام پر پہنچ گئے ہیں اور خالد بن ولید کو انہوں نے دو سو سواروں کے ساتھ گراغ الغنم کی طرف بھیج دیا ہے تا کہ وہ آپ کا راستہ روکیں۔ (۷) سیرت نگاروں کی ایک بڑی تعداد یہ بیان کرتی ہے کہ حضرت خالد بن ولید قریش مکہ کے ساتھ تھے۔ دوسری روایت میں منقول ہے کہ وہ جنگ خندق کے بعد اسلام لائے تھے۔ طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ خالد بن ولید حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے میں تھے مگر مہ بن ابوجہل نے مسلمانوں کے خلاف تین مرتبہ اشتعال انگیزی کی تھی اسے لپسا کرنے میں خالد بن ولید ہی کو مامور کیا گیا تھا (۸) بعض کا خیال ہے کہ حضرت خالد ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ نام ہر بن سفیان لکھی تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی کہ قریش کے حملہ آوروں نے کنواری اور بچوں والی اونٹنیوں کو باہر نکال لیا ہے اور ریشروں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور وادی ذی طویٰ میں خیمہ زن ہیں اور انہوں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بلاکت ہے قریش کے لئے، کھا گئی ان کو جنگ، ان کا کیا گھڑتا اگر وہ مجھے اور

دوسرے عربوں کو لانے کے لئے چھوڑ دیتے، اگر مجھے دوسرے عرب مار لیتے تو یہی ان کا مقصد تھا اور اگر مجھے اللہ عربوں پر غالب کر دیتا تو یہ بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہوتے اور اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوتے تو اگر وہ لڑتے تو ان کے پاس قوت تو ہوتی۔ قریش غلط سوچ رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں جہاد کرتا رہوں گا، اس نظام کے لئے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے یہاں تک کہ اللہ مجھے غالب کر دے یا میری یہ گردن کٹ جائے“ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کون ہے جو ہمیں اس راستے سے علیحدہ کسی دوسرے راستے پر لے جائے جس میں یہ لوگ نہ ہوں؟

قبیلہ سلم کے ایک شخص نے کہا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لے جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ یہ سب کو سخت اور پتھر لے راستے سے لے گیا۔ یہ راستہ پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتا تھا تمام لوگوں کے لئے یہ راستہ بڑا دشوار اور تکلیف دہ تھا۔ جب وادی سے گزر کر یہ قافلہ ہموار زمین پر پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں سے کہا کہ پڑھو:

نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنُتُوبُ اِلَيْهِ۔

ہم اللہ سے معافی چاہتے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں

لوگوں نے یہ دعا پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ایسا ہی ایک مرحلہ تھا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ تم ایسی ہی دعا پڑھو تو انہوں نے انکار کر دیا۔ (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ سورہ بقرہ کی اس آیت کی طرف تھا:

وَإِذْ خَلَوْا إِلَيَّابِ سُبْحَانَكَ وَقَوْلُوا حِطَّةً نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتِكُمْ ط وَنَسْتَعِينُكَ

الْمُحْسِبِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ۔ (۱۰)

بہت سی کے دروازے سے سجدہ ریز ہو کر داخل ہونا اور کہتے جانا حِطَّةً حِطَّةً ہم تمہاری خطاؤں سے درگزر کریں گے اور نیکو کاروں کو مزید فضل و کرم سے نوازیں گے مگر جو بات ان سے کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر سمجھا اور کر دیا۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ بدل کر حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے جو عین حرم کی سرحد پر

جب قریش کے سواروں کو معلوم ہوا کہ آپ کا قافلہ دوسرے راستہ سے نکل گیا ہے تو وہ قریش کی طرف تیزی سے لوٹے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منیہ المرار سے گزر رہے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو لوگوں نے کہا اونٹنی اڑ گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ اڑی نہیں اور نہ اس کی یہ عادت ہے۔ بلکہ اسے اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ہاتھی والوں کو مکہ سے روکا تھا۔ آج قریش اگر مجھے کسی ایسی بات کی طرف دعوت دیں جس میں وہ صلہ رحمی کے طالب ہوں تو میں ان کی بات مان لوں گا۔“ (۱۱)

اس کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ یہاں قیام کر لو۔ لوگوں نے کہا یہاں تو پانی نہیں ہے جس کے اوپر ہم قیام کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اسے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو دیا کہ وہ شخص وہاں کے حوضوں یا کنوؤں میں سے کسی ایک کنویں میں اسے گاڑ دے۔ جب وہ تیر گاڑ دیا گیا تو وہاں پانی خوارے کی طرح چھلنے لگا۔ (۱۲)

بدیل ابن ورقاء الخزاعی سے گفتگو:

بنی خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاء اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کس غرض کے لئے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف ہمارے پیش نظر ہے۔ (۱۳) یہ لوگ مکہ واپس گئے اور قریش کو جا کر بتایا کہ ”اے قوم قریش تم اللہ کے معاملے میں جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جنگ کے لئے نہیں آئے وہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔“ قریش نے ان پر الحرام لگایا اور برا بھلا کہا۔ قریش نے کہا ٹھیک ہے وہ جنگ کے لئے نہیں آئے لیکن ہم زبردستی مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ عرب یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور زبردستی مکہ میں داخل ہو کر چلے گئے۔ خزاعہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی مخلصین میں سے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ دوستی اور امن بھی کر لیا تھا۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور مشرک بھی تھے مگر دونوں مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور مکہ میں ہونے والی کسی کاروائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ چھپاتے تھے۔ (۱۴)

مکرز ابن حفص کی سفارت:

قریش نے ابن حفص ابن الاخیف، بنو عامر لوی کے بھائی کو بھیجا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آتے دیکھا تو فرمایا کہ ”یہ ایک غذا شخص ہے“ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس کے ساتھ بھی وہی باتیں کیں جو بدیل اور ان کے ساتھیوں سے کی تھیں۔ یہ بھی واپس چلا گیا اور شرمین کور پورٹ پہنچا دی۔ (۱۵)

حلیس ابن علقمہ کی ایک اور سفارت:

قریش نے احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجنا تاکہ وہ آپ کو واپس جانے پر آمادہ کرے۔ قریش کا مقصد یہ تھا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات نہ مانیں گے تو وہ ان سے ناراض ہو کر پلٹے گا اور پھر احابیش کی پوری طاقت ہمارے ساتھ ہوگی۔ مگر جب اس نے آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سارا قافلہ احرام بند ہے اور ہدی کے اونٹ سامنے کھڑے ہیں جن کی گردنوں میں قلا دے پڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ لانے کے لئے نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے آئے ہیں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کہے بغیر مکہ کی طرف پلٹ گیا اور اس نے جا کر قریش کے سرداروں سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ لوگ بیت اللہ کی عظمت مان کر زیارت کے لئے آئے ہیں اگر تم ان کو روکو گے تو احابیش اس کام میں تمہارا ساتھ ہرگز نہ دیں گے۔ ہم تمہارے حلیف اس لئے نہیں بنے کہ تم حرموں کو پامال کرو اور ہم اس میں تمہاری حمایت کریں۔ قریش نے انہیں جواب میں کہا کہ تم دیہاتی ہو تمہیں کیا پتہ۔ اس بات پر حلیس بہت غصے ہوا اور کہا کہ ”اے اہل قریش ہم نے اس پر تمہارے ساتھ نہ حلف اٹھایا ہے اور نہ معاہدہ کیا ہے کہ ہم بیت اللہ سے ایسے لوگوں کو روکیں گے جو بیت اللہ کا احترام کرتے ہوئے آئیں۔ پھر اس نے کہا خدا کی قسم یا تو تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کام کے لئے چھوڑ دو گے جس کے لئے وہ آئے ہیں یا میں احابیش کے لوگوں کو اس طرح لے کر چلا جاؤں گا جس طرح ایک آدمی چلا جاتا ہے یعنی ایک بھی آدمی یہاں نہ رکے گا“ قریش نے کہا خاموش رہنے، ہمیں موقع دیں کہ ہم اپنے لئے کوئی راستہ طے کر لیں۔ (۱۶)

عروہ ابن مسعود ثقفی کی تلخ و شیریں گفتگو:

پھر قریش نے عروہ ابن مسعود ثقفی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اس نے کہا اے اہل قریش! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس کو بھیجتے ہو وہ اپنا آکر صحیح بات کرتا ہے تو تم اسے برا بھلا کہتے ہو اور گالیاں دیتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم میرے والد کی جگہ پر ہو اور میں تمہارا بیٹا ہوں۔ تم پر جو مصیبت آئی ہوئی ہے وہ میں نے سن لی ہے اس لئے میں نے اپنی قوم میں سے ان لوگوں کو جمع کیا جو میری بات مان رہے تھے اور تمہاری مدد کے لئے آیا ہوں تو انہوں نے کہا تو نے سچ کہا اور ہمارا تجھ پر یقین ہے۔ یہ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مختلف لوگوں کو جمع کر کے لائے ہیں۔ یہ قریش جن کے ساتھ کٹھناریاں اور بچوں والی اونٹنیاں لٹکی ہیں اور انہوں نے شیروں کے چمڑے پہنے ہوئے ہیں۔ وہ حلف اٹھا رہے ہیں کہ آپ کو زبردستی شہر میں داخل ہونے نہ دیں گے اور خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ کل یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے انہوں نے اسے دہکایا اور کہا کہ ہم رسول اللہ کو چھوڑ دیں گے؟ اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ابن ابوقحافہ ہیں۔ تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر اس کا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا تو میں اس کا جناب دے دیتا لیکن یہ بات اس کے بدلے رہ گئی۔

اس کے بعد عربوں کے دستور کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی پکڑ کر بات کرنے لگا اور مغیرہ ابن شعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے اور لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ شخص جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو یہ اس کے ہاتھ کو جھٹک دیتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف سے اپنے ہاتھ کو روک لو ورنہ یہ تمہارے جسم کے ساتھ نہ ہوگا۔ وہ کہتا تم پر تباہی ہو تم کس قدر سخت اور کرحت ہو۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ تمہارے بھائی مغیرہ ابن شعبہ ہیں۔ اس پر عروہ نے کہا اے احسان فراموش! ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ میں نے تیری بھائی کو کس طرح مٹایا تھا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے اسلام سے قبل بنی مالک ابن ثقیف کے تیرہ آدمی قتل کئے تھے اس طرح ثقیف کے دونوں قبائل کے درمیان اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔ عروہ نے ۱۳ مشتلین کی

دیتیں دے کر اور اس شر کو فرو کیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ کو جواب میں وہی بات کہی جو اس سے پہلے دوسروں سے کی تھی اور کہا کہ میں جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا اور اندازہ کر لیا کہ صحابہ گرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ جب آپ ﷺ وضو کرتے ہیں تو یہ لوگ وضو کے پانی کو اچک لیتے ہیں اور اگر آپ تھوکتے ہیں تو اسے بھی اچک لیتے ہیں۔ آپ کے بالوں میں سے کوئی بال گرنا ہے تو یہ اس کو بھی محفوظ کر لیتے ہیں۔

عروہ جب قریش کے پاس گیا تو یہ رپورٹ دی اور کہا: "سائل قریش میں کسریٰ کے دربار میں بھی گیا ہوں اور اس کی حکومت بھی دیکھی ہے اور قیصر کے پاس بھی گیا ہوں اور اس کی حکومت بھی دیکھی ہے اور نجاشی کو بھی اس کی مملکت میں دیکھا ہے مگر خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم میں جس طرح ہیں اس طرح میں نے کوئی بادشاہ اپنے قبیلین میں نہیں دیکھا۔ میں نے ان کے ساتھ ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ وہ کسی حال میں بھی ان کو کسی دشمن کے سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم کیا کرتے ہو؟" (۱۷)

قریش کی اشتعال انگیزی:

اس دوران جبکہ قریش کے سفیروں اور نمائندوں کی آمد و رفت اور مذاکرات کا سلسلہ جاری تھا قریش کے لوگ بار بار یہ کوشش کرتے رہے کہ چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمپ پر چھاپہ مار کر صحابہ کو اشتعال دلائیں اور کسی نہ کسی طرح ان سے کوئی ایسا اقدام کرائیں جس سے لوائی کا بہانہ ہاتھ آجائے۔ مگر ہر مرتبہ صحابہ کے صبر و ضبط اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و فراست نے ان کی ساری تدبیروں کو ناکام کر دیا۔ ایک دفعہ ان کے چالیس بچاس آدمی رات کے وقت آئے اور مسلمانوں کے پڑاؤ پر پتھر اور تیر برسائے لگے۔ صحابہ نے ان سب کو گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا مگر آپ نے سب کو چھوڑ دیا۔ ایک اور موقع پر جمعیم کی طرف سے ۸۰ آدمی عین نماز فجر کے وقت آئے اور انہوں نے اچانک چھاپہ مار دیا۔ یہ لوگ بھی پکڑے گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی رہا کر دیا۔ (۱۸) اس طرح قریش کو اپنی ہر چال اور ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی چلی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفارت کاری:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش ابن امیہ خزاعی کو بلا یا اور انہیں قریش کے پاس بھیجا۔ آپ نے ان کو سواری کے لئے اونٹ دیا جسے ثعلب کہا جاتا تھا تا کہ وہ قریش کے شرفا تک وہاں پہنچا دیں کہ وہ کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دیں اور چاہا کہ خراش ابن امیہ کو قتل کر دیں مگر حبش کے لوگوں نے ان کو منع کر دیا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور وہاپس کر انہوں نے سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دیا۔ (۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کی طرف بھیجا چاہا مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھے جان سے مار دیں گے اور مکہ میں اس وقت نبی عدی ابن کعب میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو میری حفاظت کرے۔ قریش کو یہ معلوم ہے کہ میں ان کا کس قدر دشمن ہوں اور ان پر میں نے کس قدر سختیاں کی ہیں۔ ہاں میں ایک ایسے شخص کو تجویز کرتا ہوں میری نسبت زیادہ موزوں ہے۔ یہ ہیں عثمان ابن عفان (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا یا اور ان کو بھیجا کہ وہ قریش کو سمجھا دیں کہ میں لڑائی کے لئے نہیں آیا اور میں صرف عمرے کے لئے آیا ہوں اور بیت اللہ کا احترام کرتا ہوں۔ (۲۰)

بیعت رضوان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ گئے۔ ان کو وہاں ابان ابن سعید ابن العاص ملے۔ اس نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کو اس وقت تک پناہ دے دی کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیں۔ حضرت عثمانؓ، ابوسفیان اور قریش کے زعماء سے ملے۔ اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ جب حضرت عثمانؓ فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر تم طواف کرنا چاہتے ہو تو کرو، انہوں نے کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں اس وقت تک میں طواف نہ کروں گا۔ قریش نے ان کو اپنے ہاں روک لیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں تک یہ اطلاع پہنچ گئی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ (۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم اس وقت تک یہاں سے نہ نکلے گے جب تک کہ ان سے لڑ نہیں لیتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لئے

بلایا یہ بیعت رضوان تھی۔ ایک درخت کے نیچے یہ بیعت لی گئی اور یہ بیعت اس بات کی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ سوائے ایک شخص جس کا نام جد ابن قیس (بنو سلمہ) تھا باقی تمام صحابہ نے جن کی تعداد ۳۰۰۰ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس بیعت کے دوران حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود بیعت فرمائی اور اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مارا اور فرمایا یہ عثمانؓ کی طرف سے ہے:

جب ایک طرف حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر آگئی اور ان کے واپس نہ آنے سے مسلمانوں کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ واقعی قتل کر دیئے گئے ہیں اب مسلمانوں کے صبر کا پناہ لیریز ہو گیا۔ مکہ میں داخل ہونا یا عمرہ کرنا یا نہ کرنا ایک دوسری بات تھی مگر جب نوبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کے قتل تک پہنچ گئی تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو جائیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے ان سے یہ عہد لیا کہ یہاں سے ہم مرتے دم تک پیچھے نہ ہٹیں گے۔

موقع کی نزاکت نگاہ میں ہو تو آدھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کوئی معمولی بیعت نہ تھی مسلمان صرف ۱۳ سو تھے اور کسی سامان جنگ کے بغیر آئے تھے اپنے مرکز سے ڈھائی سو میل دور عین مکہ کی سرحد پر ٹھہرے ہوئے تھے جہاں دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہو سکتا تھا اور اگر دو پیش کے اپنے حامی قبیلوں کو بلا کر بھی انہیں گھیرے میں لے سکتا تھا۔ اس کے باوجود ایک شخص کے سوا پورا قافلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مرنے مارنے کی بیعت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں کے اخلاص ایمانی اور راہ خدا میں ان کی فدائیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جو بیعت رضوان کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر غلط تھی۔ حضرت عثمانؓ خود بھی واپس آ گئے اور قریش کی طرف سے سمیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھی صلح کی بات چیت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ اب قریش اپنی اس ضد سے ہٹ گئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو سرے سے مکہ میں داخل ہی نہ ہونے دیں گے البتہ اپنی ناک بچانے کے لئے ان کو صرف یہ اصرار تھا کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے آ سکتے ہیں۔ (۲۳)

حدیبیہ کا صلح نامہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سمیل کو آتے دیکھا تو آپ نے پہلے ہی اندازہ کر لیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اب صلح پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ جب سمیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے

تو اس نے اپنی گنگو کو طول دیا اور بالآخر صلح کی بات ہونے لگی۔ طویل گفت و شنید کے بعد جن شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا وہ یہ تھیں:

۱۔ دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا علانیہ کوئی کاروائی نہ کی جائے گی۔

۲۔ اس دوران قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا اسے آپ واپس کر دیں گے اور آپ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس چلا جائے گا وہ واپس نہ کریں گے۔

۳۔ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے اسے اس کا اختیار ہوگا۔

۴۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرے کے لئے تین دن مکہ میں ٹھہر سکیں گے بشرطیکہ پرستوں میں صرف ایک ایک تلوار لے کر آئیں اور کوئی سامان حرب ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہل مکہ ان کے لئے شہر خالی کر دیں گے (تا کہ تصادم کی نوبت نہ آئے) مگر واپس جاتے ہوئے وہ یہاں کے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے۔ (۲۴)

جس وقت اس معاہدے کی شرائط طے ہو رہی تھیں مسلمانوں کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا کوئی شخص بھی ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنہیں نگاہ میں رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرائط قبول فرما رہے تھے۔ کسی کی نظر اتنی دور نہیں تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیر عظیم رونما ہونے والے تھے اسے دیکھ سکے۔ کفار قریش اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے اور مسلمان اس پر بے تاب تھے کہ ہم آخر دپ کر یہ شرائط کیوں قبول کریں حضرت عمرؓ جیسے بالغ نظر مدبر کا حال یہ تھا کہ وہ کہتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی تھی مگر اس موقع پر میں بھی اس سے محفوظ نہ رہا اور وہ بے چین ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا! ”کیا حضور ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں اختیار کریں؟“ انہوں نے جواب دیا:

”اے عمرؓ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا؟“ پھر انہوں نے

یہی سوالات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کر رہا اس

لئے اللہ مجھے کبھی بھی ضائع اور برباد نہیں کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کہا کرتے تھے کہ میں نے اس دن جو حرکت کی اس کی معافی کے لئے میں آج تک روزے بھی رکھتا ہوں، صدقہ بھی دیتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں غلاموں کو بھی آزاد کرتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے! (۲۵)

سب سے زیادہ مسلمان معاہدے کی دو باتوں کی وجہ سے مضطرب تھے ایک شرط نمبر دو جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ یہ نامساوی شرط ہے کہ اگر مکہ سے بھاگ آئے والوں کو ہم واپس کریں تو مدینہ سے بھاگ کر جانے والوں کو وہ کیوں نہ واپس کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ جو ہمارے ہاں سے بھاگ کر ان کے پاس چلا جائے وہ آخر ہمارے کس کام کا ہے؟ اللہ! سے ہم سے دور رہی رکھے اور جو ان کے ہاں سے بھاگ کر ہمارے پاس آجائے اگر ہم واپس کر دیں گے تو اللہ اس کے لئے خلاصی کی کوئی اور صورت پیدا فرما دے گا۔

دوسری بات جو کھٹک پیدا کر رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے گویا ہم ناکام واپس جا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ہم مکہ کا طواف کر رہے ہیں مگر یہاں تو ہم طواف کے بغیر واپس جانے کی شرط مان چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سمجھایا کہ خواب میں اسی سال طواف کرنے کی صراحت تو نہ تھی شرا نطلمح کے مطابق اس سال نہیں تو اگلے سال انشا اللہ طواف ہوگا۔

معاہدہ کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کو بلایا اور فرمایا کہ لکھو: "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اس پر سہیل بول پڑا ہمیں اس کی خبر نہیں الہیتہ لکھو بسک اللہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا بسک اللہم ہی لکھ دو۔ اس کے بعد فرمایا "یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ اور سہیل ابن عمر کے درمیان مصالحت ہوئی" اس پر سہیل نے کہا کہ اگر میں یہ شہادت دیتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کے ساتھ لڑتا کیوں؟ آپ اپنا نام اور اپنے والد کا نام لکھیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں فی الواقع اللہ کا رسول ہی ہوں مگر تحریر میں "محمد بن عبد اللہ" لکھو۔ حضرت علی "رسول اللہ" کا جملہ لکھ چکے تھے اسے مٹانے پر آمادہ نہ ہوئے آپ نے اپنے دست مبارک سے اسے مٹا دیا اور "محمد بن عبد اللہ" لکھا گیا۔ اس کے بعد معاہدہ کی تمام شرائط لکھی گئیں۔ (۲۶)

بخاری نے اعلان کر دیا کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور بنو بکر اٹھے اور

انہوں نے کہا کہ ہم قریش کے عہد میں ہیں۔

عین اس وقت جب صلح کا معاہدہ زیرِ تحریر تھا اسمیل بن عمرو کے اپنے صاحبزادے ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے اور کفار مکہ نے ان کو قید کر رکھا تھا۔ کسی نہ کسی طرح بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر تھمد دکے نشانات تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی کہ مجھے اس جس بے جا سے نجات دلائی جائے صحابہ کرام کے لئے یہ حالت دیکھ کر مضطرب کرنا مشکل ہو گیا مگر اسمیل بن عمرو نے کہا صلح نامے کی تحریر چاہے مکمل نہ ہوئی ہو شراکط تو ہمارے درمیان طے ہو چکی ہیں۔ اس لئے لڑکے کو میرے حوالے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حجت تسلیم فرمائی اور ابو جندل ظالموں کے حوالے کر دیئے گئے۔

جب مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ عمرہ کے بغیر واپس چلے جائیں گے اور ابو جندل بھی حالتِ دیکھی تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ابو جندل صبر کرو اور برداشت کرو، ان شاء اللہ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ جو دوسرے ضعیف مسلمان ہیں ان کے لئے اللہ کوئی نہ کوئی راہ نکالے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آپس میں صلح کر لی ہے ہم نے بھی منظوری دے دی ہے اور انہوں نے بھی دے دی ہے اور ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ اس کی خلاف ورزی کریں“

حضرت عمرؓ اٹھے اور ابو جندل کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا ”ابو جندل صبر کرو یہ مشرک ہیں اور مشرکین کا خون سکنے کے خون کے برابر ہے“ حضرت عمرؓ اپنی تلوار کا دست اس کے قریب کر رہے تھے بعض کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ ابو جندل یہ تلوار مجھ سے چھین لیں اور اپنے باپ کا کام ختم کر دیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کا احترام کیا۔ (۲۷)

جب معاہدے کی دستاویز تیار ہو چکی تو مشرکین اور مومنین میں سے کئی لوگوں نے گواہ کے طور پر دستخط کئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے مسلمانوں کی طرف سے اور عبداللہ بن اسمیل ابن عمرو، سعد بن ابوقحاص، محمود بن مسلمہ اور کرز ابن حفص نے مشرکین کی طرف سے دستخط کئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

رنج و غم کا غلبہ:

صلح سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا یہیں قربانی کر کے

سرمنڈوا اور حرام ختم کرو۔ مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ بلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ حکم دیا مگر صحابہؓ پر اس وقت رنج و غم اور دل شکستگی کا ایسا شدید غلبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دور رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کبھی یہ صورت پیش نہیں آئی کہ آپ صحابہؓ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑ نہ پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اپنے خیمہ میں جا کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے اپنی کیدہ خاطرگی کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر اپنا اونٹ ذبح فرمائیں اور حجام کو بلا کر سرمنڈوا لیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپ کے عمل کی پیروی کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ بد لئے والا نہیں ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں۔ سرمنڈوا لئے یا بال ترشوائے اور حرام سے نکل آئے (۲۸) مگر دل ان کے غم سے کٹے جا رہے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں مکہ سے تقریباً ۲۵ میل دور جحمان کے مقام پر اور بعض مفسرین کے مطابق کراخ العجم کے مقام پر سورۃ فتح نازل ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ یہ صلح جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں وہ دراصل فتح عظیم ہے۔ پھر آپ نے صحابہ کرامؓ کو جمع فرما کر یہ سورۃ تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمرؓ کو بلا کر انہیں سنائی، کیونکہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے۔ صحابہ کرامؓ اس سورۃ کو سن کر مطمئن ہو گئے۔ پھر جلد ہی اس صلح کے فوائد سامنے آنے لگے۔ یہاں تک کہ اس صلح کے عظیم الشان فتح ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہا۔ (۲۹)

سورۃ فتح کا آغاز ہی اس آیت سے ہوا تھا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا
تَأَخَّرَ وَيُسَبِّحَ بِحَمْدِهِ عَلَيْنِكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝
وَيُنْصِرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ۝ (۳۰)

اے نبی (ﷺ)! ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تاکہ تمہاری اگلی بھیجلی ہو کہ تمہاری
سے درگزر فرمادے، اور تم پر اپنی نعمت جھکیل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ
دکھائے اور تم کو زبردست (بے مثال) نصرت بخشنے۔

صلح حدیبیہ فتح مبین:

اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ مسلمانوں کی دنیاوی فتح و کامرانی کا تمام تر انحصار ان کے مخلصانہ جذبہ اطاعت و انقیاد اور توبہ و استغفار کے انفرادی و اجتماعی عمل پر ہے۔ ان دونوں امور کا اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی فتح کے ساتھ چوٹی دامن کا ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کسی جماعت یا گروہ کو اس وقت تک اپنی تائید و مدد عطا نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے انفرادی و اجتماعی کردار کو فسق و نفاق کی آلودگی اور اپنے ایمان کو خفی یا جلی شرک کی ملاوٹ سے پاک کر کے اپنے دین یا اپنی بندگی و اطاعت کو صرف اور صرف اللہ کے لئے خالص نہ کر لیں اور یہ توبہ و استغفار کے بغیر ممکن نہیں۔

جنگ احد، غزوہ احزاب، واقعہ اکل اور حدیبیہ کے صلح نامہ کے ذریعہ اہل ایمان کے جذبہ انقیاد و اطاعت اور ان کے توبہ و استغفار کے عمل کا امتحان بھی لیا گیا اور ان دونوں اوصاف کے استحکام و استمرار کے لئے ان کے تزکیہ و تربیت کا اہتمام بھی کیا۔ جب صحابہ کرام بھی جماعت اس امتحان میں کامیاب ہو گئی اور تزکیہ و تربیت کے ذریعہ اخلاق و کردار کا وہ معیار حاصل کر لیا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کو مطلوب تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے اس صلح نامہ کو جو بادی النظر میں مسلمانوں کے مفاد میں نہ تھا اور جس کی بدولت وہ الٹا مغموم اور مضطرب تھے، فتح مبین قرار دیا، انہیں اپنی مغفرت کی نوید سنائی، ان پر اپنی نعمت کمال کرنے کا وعدہ فرمایا، حدیبیہ کے صلح نامہ کو صراط مستقیم قرار دیکر اس کے معنی بر حکمت ہونے کی تائید فرمائی اور حدیبیہ کی اس ساری کاروائی کو اپنی نصرت سے تعبیر فرمایا۔ یہ نصرت اپنی نوعیت کے پہلو سے بالکل بے مثال اور نادرا لوقوع تھی جس کی حقیقت کا ادراک صحابہ کرام جیسی جلیل القدر جماعت کے بس سے بھی باہر تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے سوا کسی بھی صحابی صلح نامہ کی شرائط پر انشراح صدر حاصل نہ تھا۔

سورہ الفتح کے نزول کے بعد اہل ایمان مطمئن ہو گئے تھے تاہم کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس صلح کے فوائد ایک ایک کر کے کھلتے چلے گئے یہاں تک کہ کسی کو بھی اس امر میں شک نہ رہا کہ فی الواقع یہ صلح عظیم الشان فتح تھی۔

حدیبیہ کی صلح کے فوائد اور برکات:

۱۔ اس صلح کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو فوائد اور برکات حاصل ہوئے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ اس صلح کے نتیجے میں صرف قریش ہی کی حد تک نہیں بلکہ ان کے تمام حلیف قبائل نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے وجود کو تسلیم کر لیا۔ اور اسلامی ریاست کے مقبوضات پر اسلامی ریاست کے اقتدار کو تسلیم کر لیا گیا اس سے اسلامی ریاست کی حدود میں قیام امن کی راہیں کھل گئیں۔

۲۔ مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کی زیارت کا دروازہ کھل گیا۔ تو حیدی دین کو بطور حقیقت عرب میں تسلیم کر لیا گیا۔ اس دین کو سمجھنے اور اس کی دعوت کی راہ میں جو سب سے بڑی رکاوٹ حائل تھی وہ دور ہو گئی۔

۳۔ جنگ بندی کے معاہدہ کے باعث مسلمانوں کو امن مینتر آ گیا۔ انہوں نے عرب کے تمام اطراف و نواح میں پھیل کر اس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی کہ صلح حدیبیہ سے پہلے ۱۳ سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے جتنے اس کے بعد دو سال کے اندر ہو گئے۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ یا تو وہ وقت تھا جب حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ۱۴ آدمی تھے یا دو ہی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا۔

۴۔ قریش کی طرف سے جنگ بند ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کرائیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب و تمدن دیں۔ اسلام کے نظام صلہ و زکوٰۃ، اس کے نظام کفالت، عائدہ اور قانون اور انصاف کی بالادستی قائم کر کے اسلام کے نظام حیات کا عملی نمونہ پیش کریں تاکہ عوام الناس اس کی برکات سے مستفیض ہو سکیں۔

۵۔ قریش سے صلح کے بعد مسلمانوں نے شمال اور وسطی عرب کی تمام مخالف قوتوں کو پامانی مسخر کر لیا صلح حدیبیہ کے تین ہی ماہ گزرے تھے کہ اسلام کے مخالف دوسرے بڑے گڑھ یعنی خیبر، وادی القرئی، تہما اور تہوک جیسے یہودیوں کے مراکز زیر نگیں ہوتے چلے گئے اور پھر وسط عرب کے تمام قبیلے جو یہود اور قریش کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھتے تھے ایک ایک کر کے تابع فرمان ہو گئے اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو

ہی سال کے اندر عرب میں قوت کا توازن اتنا بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دب کر رہ گئی اور اسلام کا غلبہ یقینی ہو گیا۔

۶۔ اس صلح کے نتیجے میں مسلمانوں کو جو بات سب سے زیادہ نامگوار محسوس ہوئی تھی اور جسے قریش نے اپنی بڑی کامیابی قرار دیا تھا وہ یہ تھی کہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانے والوں کو واپس کر دیا جائے گا اور مدینہ سے بھاگ کر مکہ جانے والوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ مگر تھوڑی مدت گزری تھی کہ یہ معاملہ قریش پر لٹا پڑا اور تجربہ پسنے بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ دورس نے اس کے نتائج کو دیکھ کر یہ شرط قبول کی تھی۔ صلح کے کچھ دنوں بعد مکہ سے ایک مسلمان ابو بصرہ قریش کی قید سے بھاگ کر مدینہ پہنچے۔ قریش نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کے مطابق انہیں ان لوگوں کے حوالہ کر دیا جو ان کی گرفتاری کے لئے مکہ سے بھیجے گئے تھے مگر مکہ جاتے ہوئے راستہ میں وہ پھر ان کی گرفت سے بچ نکلے اور ساحل بحر احمر کے اس راستے پر جا بیٹھے جس سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اس کے بعد جس مسلمان کو بھی قریش کی قید سے بھاگ نکلنے کا موقع ملتا وہ مدینہ جانے کے بجائے ابو بصرہ کے ٹھکانے پر پہنچ جاتا، یہاں تک کہ ۷۰ آدمی وہاں جمع ہو گئے اور انہوں نے قریش کے قاتلوں پر چھاپے مارا مار کر ان کا ہاتھ ٹھک کر دیا۔ آخر کار قریش نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں اور حدیبیہ کے معاہدے کی وہ شرط خود پورا کر لیں۔ (۳۱)

۷۔ حدیبیہ کے ان واقعات میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی وہ قابل صد

فخر سند ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کو عطا فرمائی تھی۔ فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُواكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا
فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ
كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَّكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ
كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَلِيمًا وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۗ
وَلَسَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَبِهِدْيِكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَأَخْرَجَ لَكُمْ
تَقْدِيرًا وَعَلَيْهَا قَدْ أَخَاطَ اللَّهُ بِهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا مُجَلِّبًا شَيْءًا
قَبِيرًا ۝ (۳۲)

اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لئے ان پر سکونت فرمائی۔ ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی اور بہت سامانِ غنیمت انہیں عطا کر دیا جسے وہ غنیمتِ عیب حاصل کریں گے اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ اللہ تم سے بکثرت اموالِ غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ فوری طور پر فتح تم کو عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دیئے تاکہ یہ مومنوں کے لئے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمہیں ہدایت بخشنے۔ اس کے علاوہ دوسری اور نعمتوں کا بھی وعدہ کرتا ہے جن پر تم ابھی تک قادر نہیں ہوئے اور اللہ نے ان کو گھبر رکھا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ خوشخبری بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہؓ کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رضا اور خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل ہو جانے کے بعد جو لوگ اس بیعت میں شامل صحابہؓ کے خلاف زبانِ طعن دراز کرتے ہیں، انہیں خود اللہ تعالیٰ سے معارضہ کرنا چاہئے کہ اس نے انہیں اپنی خوشنودی اور رضا کی سند کیوں عطا کی تھی؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حدیبیہ کی فتح سے بڑھ کر کوئی فتح نہیں ہوئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے درمیان جو راز تھا اس تک لوگوں کا ذہن نہ جا سکا۔ بندے عجلت پسند واقع ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بندوں کی عجلت پسندی کی وجہ سے عجلت نہیں فرماتا جب تک کہ معاملات اس کی منشا کے مطابق اپنے وقت معین پر تکمیل کو نہ پہنچ جائیں۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱- انسان العیون (سیرتِ طیبی) علی بن ابی ہاشم - ۳- عیون الاثر / ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الغاس / الدین الخلیفی، دارالایام التراث العربی، بیروت / ج ۲، ص ۶۸۸
- ۲- سبل الہدی والرشاد (سیرتِ شامی) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء / ج ۵، ص ۳۳
- ۳- عیون الاثر / ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الغاس / مکتبہ دارالتراث، ۱۹۹۲ء مدینہ منورہ / ج ۴، ص ۱۶۰
- ۴- سبل الہدی والرشاد (سیرتِ شامی) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء / ج ۵، ص ۳۳
- ۵- ایضاً

۶- چودہ سو کی روایت بخاری کی ہے جو برآمدین	۱۷- ایضاً/ص ۲۶، ۲۷
عازب سے مروی ہے، جب کہ حضرت جابرؓ	۱۸- شامی/ج ۵، ص ۳۸
سے بھی یہی تعداد منقول ہے، البتہ پندرہ سو	۱۹- عیون الاثر/ج ۲، ص ۱۶۵
اور سولہ سو کے اقوال بھی ہیں۔ (اصحیح، محمد بن	۲۰- ابن ہشام/ ایضاً، ص ۲۷
اسماعیل بن ابراہیم البخاری، معصفتی الباقی	۲۱- زاد المعاد، ابن قیم جوزی، مکتبہ المنار
الطبری، ص ۱۹۵۳/ج ۳، ص ۳۰)	الاسلامیہ، کویت، ۱۹۸۷ء/ج ۳، ص ۲۹۰
☆ الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد بن شیخ البصری	☆ شامی/ج ۵، ص ۳۸
الزہری، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۷ء/ج ۲،	۲۲- مستدرک/ج ۱، ص ۹۶
ص ۲۹۷-	☆ زاد المعاد/ ایضاً
۷- شامی/ج ۵، ص ۳۶	۲۳- زرقانی علی مواہب المدنیہ، ابو عبد اللہ محمد بن
۸- طبری/ تاریخ/ اردو ترجمہ/ نفیس اکیڈمی،	عبد الباقی، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۹۳ء/
کراچی/ج ۱، ص ۳۲۶	ج ۲، ص ۱۹۵
۹- بیروت، اسیرۃ، ابن ہشام، دار المعرفہ،	۲۴- ابن کثیر/ اسیرۃ النبویہ/ج ۳، ص ۳۲۲
بیروت، ۱۹۷۸ء/ج ۳، ص ۲۵	۲۵- ابن ہشام/ص ۳۸
۱۰- القرآن، بقرہ، ۵۸-۵۹	۲۶- بخاری/ج ۲، ص ۸۲
۱۱- ابن ہشام/ج ۳، ص ۲۵	۲۷- ابن ہشام/ص ۲۹
۱۲- بخاری/ج ۲، ص ۸۰	۲۸- بخاری/ ایضاً
☆ ابن ہشام/ ایضاً	۲۹- روح المعانی، ابو الفضل شہاب الدین سید
۱۳- بخاری/ج ۲، ص ۸۰	محمود آلوسی، دار النیاء، اثراء العربی،
☆ احمد/ المسند/ج ۵، ص ۳۳۱	بیروت ۱۹۸۵ء/ج ۲۶، ص ۸۳، ۸۴
۱۴- ابن ہشام/ج ۳، ص ۲۶	۳۰- القرآن، الفتح: ۱-۳
۱۵- بخاری/ج ۲، ص ۸۱	۳۱- ابن ہشام/ص ۳۱
۱۶- ابن ہشام/ص ۲۶	۳۲- القرآن، فتح: ۱۸، ۲۱

نصابی تقاضوں اور درسی خصوصیات کے ساتھ پارہ عم کی جامع تفسیر

احسن البیان فی تفسیر القرآن

صفحات: ۳۸۴

قیمت: ۱۸۰ روپے

سید فضل الرحمن

پارہ عم کی جامع تفسیر شائع ہو گئی ہے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز